اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر بنی نوعِ انسان پر عظیم احسان فرمایا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱/اگست ۱۹۸۱ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (اٰلِ عمران:۱۶۵)

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

(الحجرات:۱۷ تا ۱۹)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سب انسانوں کی طرف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:۲۹) کہ تمام بنی نوع انسان اس معنی میں آپ کے مخاطب اور آپ کی امت میں شامل ہیں لیکن جو آیت اس وقت میں نے پڑھی اس میں دو عظیم احسانوں کا ذکر ہے اور تمام بنی نوع انسان کا یہاں ذکر نہیں۔ دوسری جگہ ہے کہ بڑا احسان ہوا انسان پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا

ان کی طرف لیکن اس آیت میں انسانوں کو مخاطب نہیں کیا بلکہ ان کو مخاطب کیا گیا ہے جنہوں نے بعثتِ نبوی سے وہ تمام فوائد حاصل کئے جن کی خاطر یہ بعثت ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ (اَلْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا) حقیقی معنی میں مومن ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں سے ایک ایسا رسول بھیج کر جو انہیں اس کے نشان پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً ان پر احسان کیا ہے، اور وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس گمراہی میں سے نکالا اور اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ان پر کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ بڑی ہی آسمانی نعمتیں لے کر آئے اور ایک گروہ انسانوں میں سے ایسا پیدا ہوا جنہوں نے قبول کیا اور فائدہ اٹھایا برکاتِ سماوی سے حصہ لیا اور خدا کی نگاہ میں وہ پاک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نشان ان کی زندگیوں میں اور ان سے ظاہر ہوئے تو (مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ) میں نے بتایا کہ ہر انسان پر آپ کا احسان ہے لیکن اس آیت میں ذکر ہے صرف مومنوں کا اور دو احسان (بڑے ہی پیارے ہیں وہ) جو اللہ تعالیٰ کے پیار کا اظہار کرتے ہیں مومنوں پر ہوئے، ان کا اس میں ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک تو اللہ تعالیٰ نے یہ احسان کیا جماعتِ مومنین پر کہ ان میں ایک اتنا عظیم رسول مبعوث ہوا جس کے طفیل ساری کی ساری اور پوری کی پوری آسمانی نعمتیں حاصل کی جاسکتی ہیں اور دوسرا یہ فضل ہوا مومنوں پر کہ جو ادھوری نعمتیں پہلوں پر نازل ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے نسبتاً کم فضل کے وہ وارث ہوئے تھے اس کے مقابلہ میں اب ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جنہیں کامل نعمتیں حاصل ہوئیں اور خدا تعالیٰ کے وہ اس قدر پیارے ہوئے کہ اس سے پہلے بنی آدم میں کوئی قوم اتنی پیاری اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہیں ہوئی۔ تو ایک تو احسان ہے بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا یہ احسان ہے کہ آپ عظیم تعلیم لے کر آئے۔ اس کو یہاں اللہ تعالیٰ نے چار شعبوں میں تقسیم کر کے بیان کیا۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وہ آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات بڑی واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیات کا لفظ یا ''اٰيَةٌ'' کا لفظ جو اس کا مفرد ہے، مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔ اٰيَةٌ کے

ایک معنی قرآن کریم کی اصطلاح میں یہ ہیں کہ جلوہ صفت باری کا، وہ جس کے نتیجہ میں مادی کائنات میں کوئی چیز پیدا ہوئی یا کسی چیز میں کوئی تبدیلی پیدا ہوئی یعنی صفاتِ باری کے وہ جلوے جن جلوؤں نے کائنات کو پیدا کیا۔ بے شمار مخلوق ہے اس قدر کہ انسانی عقل میں وہ آ نہیں سکتی۔ انسان اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ اس کے متعلق انسان کو مخاطب کر کے فرمایا قرآن کریم میں کہ اے انسان! ہر چیز تیرے لئے پیدا کی گئی، اس قسم کا اعلان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کی زبان سے نہیں کروایا گیا۔ اس لئے کہ ایک تو ان کے مخاطب صرف ایک جماعت تھی یا ایک قوم تھی، ایک چھوٹا سا زمانہ تھا لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب نوعِ انسانی تھی اور ہر نسل تھی جو آپ کی بعثت کے بعد قیامت تک اس دنیا میں پیدا ہونے والی تھی ابنائے آدم کی۔ تو فضل ہے نا اللہ تعالیٰ کا۔ جو اس کی معرفت رکھے گا وہ حمد باری تعالیٰ کرے گا، جو اس کی معرفت رکھے گا وہ علوم کے میدان میں ترقی کرے گا۔

جب ہر چیز ہماری خادم ہے تو ہر چیز کے متعلق علم حاصل کرنا ضروری ہو گیا۔ جس قدر علم انسان کو حاصل ہوا ہے اس کائنات کا اور علم کہتے ہی اس کو ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وہ جلوے جو ظاہر ہوئے مادی دنیا میں۔ یہ علم آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہوا اس زمانہ میں پہنچا اور بہت ترقی کر گیا اور سوائے صفاتِ باری تعالیٰ کے علم کے اور کوئی حقیقی علم نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرة:۲۵۶) خدا تعالیٰ نے خالق کی حیثیت سے جو کچھ پیدا کیا ''علیم'' کی حیثیت سے وہ اسے جانتا ہے۔ کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ ان باریکیوں کو بھی جانتا ہے جن تک انسان ابھی تک نہیں پہنچا اور جس قدر خدا چاہتا ہے اس قدر انسان علم حاصل کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ دعا کیا کرو رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طٰهٰ:۱۱۵) تو علم کے حصول کے لئے ایک مومن پر دو دروازے کھلے ہیں اور علم کے حصول کے لئے غیر مومن پر ایک دروازہ کھلا ہے۔

غیر مومن پر جو دروازہ کھلا ہے اس کو قرآن کریم کی اصطلاح میں یہ کہتے ہیں لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى (النجم:۴۰) کوشش کرو گے پا لو گے۔ بڑا احسان کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ لیکن مومن کو یہ کہا کوشش کرو گے اور دعا کرو گے اور مقبول ہو جائے گی وہ دعا

تو دوسروں سے زیادہ پالو گے۔

تو یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں محض فلسفہ نہیں بلکہ چودہ سو سالہ زندگی میں امت مسلمہ کی یہ بات بڑی واضح ہو جاتی ہے کہ جب بھی مسلمان نے حقیقی مومن کی حیثیت سے علم کے میدان میں دوسروں کے مقابلہ میں کوشش اور سعی کی تو جو امت مسلمہ کے سکالرز اور محققین کو ملا وہ اس سے کہیں زیادہ تھا جو دوسروں کو ملا۔ بڑی لمبی تاریخ ہے۔ تاریخ پڑھا کریں اور یہ حقیقت پہچانیں کہ ہر مومن کے لئے، ہر مومن مسلم احمدی کے لئے حصولِ علم کے زیادہ اور فراخ دروازے کھلے ہیں۔ اس واسطے میں کہا کرتا ہوں کہ کسی سے پیچھے نہ رہو۔ تمہیں پیچھے رہنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔ تو جس غرض کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے، جو سہولتیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مہیا کی ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ تو ایک تو ایسا عظیم رسول (يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ) جو نعماء لے کے آیا ان میں سے پہلی نعمت ''آیات'' ہیں اور آیات میں سے صفاتِ باری کے وہ جلوے ہیں جو اس کائنات پر ظاہر ہوئے جس نے کائنات پیدا کی، جس نے کائنات میں وسعت پیدا کی (یہ بھی قرآن کریم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ وسعت پیدا کر رہا ہے اس کائنات میں) جس نے کائنات کی ہر مخلوق کی صفات میں وسعت پیدا کی۔ جو علم قرآن کریم پر غور کرنے سے ہمیں حاصل ہوتا ہے یہ ہے کہ گندم کا دانہ جو دو سو سال پہلے پیدا ہوا تھا اس کی وہ صفات نہیں تھیں جو صفات اس دانے کی ہیں جو آج پیدا ہو رہا ہے۔ ہر وقت ہر آن خدا تعالیٰ کی صفات کے جلوے اپنی مخلوق کے ہر حصے پر ظاہر ہو رہے ہیں۔

تو ایک تو آیات کے یہ معنی ہیں اور دوسرے آیات کے معنی ہیں دعاؤں کا سننا اور قبول کرنا۔ عظیم انسان ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جنہوں نے بار بار ہمارے ذہن میں اور ہمارے دل میں یہ ڈالا کہ مایوس نہیں ہونا۔ دعا کرو خدا قبول کرے گا۔ یہ درست ہے کہ خدا تعالیٰ خالق اور مالک ہے قبول اس وقت کرے گا جب وہ چاہے گا لیکن یہ دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ کسی کی دعا ایک سیکنڈ میں قبول ہو جاتی ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے۔ ابھی منہ سے الفاظ نہیں نکلتے کہ دعا قبول ہو جاتی ہے اور کوئی دعا قبول ہوتی ہے سال بعد دو سال بعد، تین سال بعد، چار سال بعد، جو دعا میں نے سپین کے ملک کے لئے کی کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام کی روشنی سے منور کرے، وہ

قریباً نو ساڑھے نو سال بعد قبول ہوئی۔ مجھے بتا دیا گیا تھا کہ جلدی قبول نہیں ہوگی، اپنے وقت پر پوری ہوگی۔ کتنا بڑا احسان ہے۔ جو شخص یہ یقین رکھتا ہو اور خدا تعالیٰ کی صفات کی معرفت کے بعد اس مقام پر کھڑا ہو کہ وہ قادر مطلق جس کے آگے کوئی چیز انہونی نہیں وہ میری دعا قبول کرے گا اگر چاہے گا۔ مقصد کے حصول کے لئے کوشش کرنی ہے دعا میں۔ دعا کو شرائط کے ساتھ کرنا ہے خدا تعالیٰ سے کبھی ناامید نہیں ہونا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ دعا کی قبولیت کا نشان امت محمدیہ کے ہاتھ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا دیا۔

تیسرے معنی آیت کے ہیں، نشانات کا ظاہر ہونا۔ مثلاً خدا تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بے شمار نشانات ظاہر کئے۔ نشانات یعنی اپنی قدرت کا نشان (بغیر دعا کے نشان ہے یہ) خدا تعالیٰ خود اپنے بندوں کی مدد کے لئے آتا ہے جب مدد کی ضرورت ہو۔ فراخیٔ رزق کے لئے سامان پیدا کرتا ہے جب انہیں دشواری ہو، کھانے پینے کی چیزیں نہ مل رہی ہوں۔ اس وقت آسمان میں بادلوں کو حکم دیتا ہے موقع کے اوپر صحیح مقدار میں جا کے بارش برساؤ تاکہ میرے جو بندے ہیں، بھوکے نہ رہیں۔ اسے ہم نشان کہتے ہیں۔ معجزات یعنی انہونی باتیں بظاہر وحی کے ذریعے ان کی بشارت دی جاتی ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے بالکل ناممکن کام لیکن بشارت دی جاتی ہے، کام ہو جاتے ہیں۔

تیسرے معنی آیات کے یہ ہیں یعنی معجزات اور معجزات کے ساتھ ہی میں چوتھے معنی کو بریکٹ کر دیتا ہوں اور وہ مبشرات ہیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بڑی بشارتیں دی ہیں مومنوں کو، جو ایک علیحدہ شعبہ ہے، روحانی زندگی کا۔ یہ دونوں میں نے معجزات اور مبشرات اس لئے اکٹھے کئے کہ مثلاً وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (اٰل عمران: ۱۲۴) ایک تو یہ معجزہ تھا کہ تین سو تیرہ غریب بھوکے، کمزور ہوئے ہوئے بھوک سے، مانگی ہوئی تلواریں پھر زنگ آلود نیز کند تلواریں لے کر ایک عظیم لشکر (جس کی تعداد تین گنے سے بھی زیادہ تھی) کے مقابلہ میں آئے۔ سواریاں دشمن کے پاس تھیں، زرہیں ان کے پاس تھیں، اچھی تلواریں ان کے پاس تھیں۔ ہر طرح اچھے ہتھیاروں سے وہ لیس تھے اور اللہ تعالیٰ نے عظیم معجزہ دکھا دیا اس معجزے میں دعا بھی شامل تھی لیکن اگر کوئی دعا نہ ہوتی تو بھی خدا تعالیٰ نے یہ معجزہ دکھانا تھا کیونکہ یہ وعدہ دیا گیا تھا کہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آئیں گے اپنے مخالفوں پر۔ بشارت پہلے سے موجود تھی۔

اور پانچویں آیات کے معنی ہیں وہ آیاتِ قرآنی جن آیات میں شریعت اور ہدایت کا ذکر ہے مثلاً یہ کہ نماز پڑھو، ذکر الٰہی میں مشغول رہو اور جماعت احمدیہ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نماز باجماعت فریضہ ہے۔ (اپنی شرائط کے ساتھ پڑھنا) اور جو فرض ہو وہ خدا تعالیٰ کے غضب سے بچاتا ہے۔فرض جو ہے اس کے ساتھ جب تک نفل نہ ملے وہ روحانی رفعتوں تک نہیں لے جاتا۔ اسی واسطے ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے جہاں فرمایا (تاکیداً) کہ نمازیں ادا کرو اس کے ساتھ ہی آگے لگا دیا۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (العنکبوت:۴۶) نماز کے اوقات جو تمہاری زندگی کے اوقات کا شاید چوبیسواں حصہ بھی نہیں۔یعنی چوبیس گھنٹے میں ایک گھنٹہ نماز پر خرچ کرنے والے آدمی بھی ہیں لیکن وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ میں تو ہر بیدار لمحہ ذکر میں آپ خرچ کر سکتے ہیں۔ صرف بیدار لمحہ ہی نہیں بلکہ اگر ذکر کرتے کرتے آپ سو جائیں تو اللہ تعالیٰ نیند کے لمحات جو ہیں وہ بھی ذکر میں شمار کر لیتا ہے، جزا دے دیتا ہے تو یہ جو آیات ہیں کئی سو جن میں احکامِ باری تعالیٰ ہیں، اوامر ونواہی، ان کو بھی قرآن کریم نے آیت کہا ہے۔ تو عظیم انسان مبعوث ہو گیا اور مومنین کا یہاں ذکر ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ ان تمام مذکورہ نعماء سے فائدہ اٹھانے والا ہے مومن اور جو فائدہ اٹھانے والا ہے اس کے دل میں اپنے رب کریم کے لئے اور اپنے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیار پیدا ہوتا ہے اور جو آیات شریعت اور ہدایت لے کے نازل ہوئیں انسان پر، (قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اور آپ کے طفیل) اس نے قرب الٰہی کی وہ رفعتیں مومنین کے لئے پیدا کر دیں کہ جو رفعتیں اس سے قبل کسی امت کے لئے پیدا نہیں ہوئیں۔

’’معراج‘‘ میں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی صرف چھٹے آسمان پر دیکھا تو ان کی امت چھٹے آسمان سے اوپر نہیں جاسکتی۔ چھٹے آسمان سے اوپر ان کی امت کا کوئی فرد نہیں جاسکتا تھا۔جن کا نبیٔ متبوع اس مقام سے اوپر نہیں گیا اس کے ماننے والے، اس کے متبعین کے لئے ممکن ہی نہیں ہے اپنے نبیٔ متبوع سے اوپر نکل جانا۔لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، معراج کا جو تجربہ تھا، مشاہدہ تھا، اس میں ساتویں آسمان سے بھی اوپر عرش رب کریم پر

پہنچایا گیا آپ کو۔ امت کو بشارت دی ہے کہ پہلی قوموں کے انبیاء اپنی امت کو، اپنے ایمان لانے والے مخلص، صحیح معنی میں سچے مومن جو تھے ان کو چھٹے آسمان سے اوپر نہیں لے جاسکتے تھے۔ جو ان کے قدموں میں بھی بیٹھا (کامل اس نے پیروی کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ آپ کے قدموں میں آ کے بیٹھا نا) وہ چھٹے آسمان تک پہنچ سکا لیکن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع چھٹے آسمان سے اوپر جا کر ساتویں آسمان کے اوپر کے حصے میں، جہاں، جو بھی روحانی درجہ (وہ لمبا مضمون ہے، اس میں میں اس وقت نہیں جاؤں گا) عرشِ رب کریم جو بھی چیز ہے، اس کے اس عرش کے قدموں کے نیچے بیٹھا ہوا ہے وہ اور کم از کم ایک آسمان کا فاصلہ ہے۔ وہ رفعتوں کے لحاظ سے زیادہ ہوگا۔ یہ عظمت ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو وہ لے کے آئے مومنین کے لئے جن سے مومنوں نے (یہاں مخاطب ہی مومن ہیں) فائدہ اٹھایا۔

دوسری چیز آپ یہ لے کے آئے وَ يُزَكِّيْهِمْ میں بہت سارا ابہام لوگوں نے پیدا کرلیا۔ ابہام کوئی نہیں۔ آپ ایسی تعلیم لے کے آئے جو طہارت اور پاکیزگی پیدا کرنے والی ہے۔ طہارت اور پاکیزگی کا معیار تسلیم کرنا یا مقرر کرنا یہ انسان کا کام نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اس واسطے صحیح معنی ہیں اور سچے طور پر مُزَكِّي پاک کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

آپ ایسی تعلیم لے کے آئے۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ یہ چار چیزیں ہیں۔ اس کے نتیجہ میں اور شریعت کے اوپر جو عمل کرنا ہے اس کے نتیجے میں امت محمدیہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کے اور امت مسلمہ کے مومنین کی جو جماعت صدیوں میں پیدا ہوئی اور گزری ان کے لئے یہ ممکن کر دیا کہ خدا کی نگاہ میں وہ پاک اور مطہر ہو جائیں اور سارے وعدے ان کے حق میں پورے ہوں جو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک مطہر اور مزکی کے لئے دیئے ہیں۔ مثلاً ان میں سے ایک یہ ہے کہ خدا ہمکلام ہوگا۔ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعة:۸۰) قرآن کریم میں ایک وعدہ یہ دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کے مخفی معانی جن کا ضرورت زمانہ یا خطۂ ارض کی ضرورت مطالبہ کر رہی ہے۔ وہ نئے نئے علوم پاک لوگوں کو سکھائے جائیں گے۔ قرآن کریم نے یہ وعدے کئے ہیں۔ بہت سارے وعدے ہیں۔ تفصیل میں جانا مشکل ہے۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے

ایک جگہ اس طرح بیان کیا کہ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا تم میں سے کوئی کبھی بھی پاک اور مطہر اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں نہ ٹھہر سکتا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ (النّور:۲۲) لیکن خدا تعالیٰ جسے پسند کر لیتا ہے، اس کے اعمال کے نتیجہ میں، اس کے دل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نتیجہ میں، اس عرفان کے نتیجہ میں جو وہ خدا تعالیٰ کی صفات کا حاصل کر سکا، خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے نتیجہ میں، اسے وہ مزکی قرار دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ دعاؤں کو سننے والا ہے اس واسطے جو مطہر بننا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جو مزکی بنانے والا ہے اس سے یہ دعا کرے کہ اے خدا! ایسے اعمال صالحہ بجالانے کی ہمیں توفیق عطا کر کہ ہم تیری نگاہ میں پاک اور مطہر بن جائیں اور عَلِيْمٌ (النّور:۲۲) کہہ کر یہ بتایا کہ انسانوں نے جو جائزے لئے اور اربعہ لگایا اور فیصلے کئے وہ تمہیں نہیں بنائیں گے مزکی، خدائے علیم جس کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں جب اس کی نگاہ میں تم مزکی قرار دیئے جاؤ گے تو حقیقتاً تمہارے حق میں وہ بشارتیں پوری ہوں گی جو خدا تعالیٰ نے پاک اور مطہر لوگوں کو دی ہیں۔ تزکیہ کے لفظ کے متعلق بڑا اچھا نوٹ مفردات راغب (جو قرآن کریم کی لغت ہے) میں امام راغبؒ نے دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تزکیہ یہ ہے کہ اَنْ يَتَحَرَّى الْاِنْسَانُ مَا فِيْهِ تَطْهِيْرُهٗ کہ انسان اپنی طرف سے ایسے اعمال بجالانے کی کوشش کرے جن میں اس کے لئے پاکیزگی ہو جنہیں وہ اپنے لئے پاکیزہ سمجھے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں فاعل اللہ ہوتا ہے۔ اس لئے جو آیت میں نے پڑھی وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ اس کے متعلق وہ کہتے ہیں کبھی فاعل تزکیہ عطا کرنے کا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے لِكَوْنِهٖ فَاعِلُ لِذٰلِكَ فِي الْحَقِيْقَةِ کیونکہ حقیقی معنی میں خدا تعالیٰ ہی کسی کو پاک اور مطہر بنا سکتا ہے اسی واسطے کہتے ہیں وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ پاکیزگی عطا کر سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کبھی فاعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں جو پہلی آیت میں نے پڑھی ہے اس میں بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ امام راغبؒ کہتے ہیں کہ جہاں یہ ذکر ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاک اور مطہر بناتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں

ہیں کہ جو حقیقی پاکیزگی خدا تعالیٰ عطا فرماتا ہے وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عطا کرتے ہیں۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ آپ پاکیزگی ان تک پہنچانے کا واسطہ بنتے ہیں کیونکہ آپ ایسی تعلیم لائے، ایسا نمونہ پیش کیا اور ایسی آیات لوگوں کے سامنے رکھیں۔ اس لئے بطور فاعل آپ ان آیتوں میں آجاتے ہیں واسطہ ہونے کی وجہ سے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے پاک بنایا یہاں یہ مطلب ہے کہ آپ کے واسطہ سے اور آپ کے طفیل لوگ پاکیزگی اور طہارت حاصل کرتے ہیں اور کبھی احکام اوامر ونواہی کے متعلق آتا ہے قرآن کریم میں کہ یہ کام جو ہیں، عبادات جو ہیں، احکام بجالانا جو ہے، یہ پاکیزگی پیدا کرتے ہیں۔ امام راغبؒ کہتے ہیں یہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ اعمال مقبول ہوجائیں تو ان کے ذریعہ سے انسان طہارت اور پاکیزگی خدا تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ حقیقی، مُزَکِّیْ جو ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے لیکن مختلف معانی میں کبھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ پاک کرتے ہیں، کبھی احکام کے متعلق یعنی قرآن کریم کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ تعلیم پاک کرتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ حکم دیا ہے فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ (النجم:۳۳) اپنے آپ کو پاک مت ٹھہرایا کرو۔ خوف اور خطرے کا مقام ہے کہ انسان اپنے آپ کو پاک قرار دے۔ اسی لئے خود کو پاکباز ٹھہرانے کی مذمت کی گئی ہے۔ مفرداتِ راغبؒ میں بھی یہ لکھا ہے۔

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ اس کے انہوں نے دو پہلو لئے ہیں کہ ایسا کرنا مذموم ہے اور یہ کہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ دونوں چیزیں اس کے اندر آجاتی ہیں۔ تو دو عظیم رحمتیں، رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، امت مسلمہ کے لئے، نوع انسانی کے لئے عموماً اور جماعتِ مومنین کے لئے خصوصاً لے کر آئے جنہوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔

تیسری عظیم چیز آپ لے کے آئے الکتاب۔ قرآن کریم کو قرآن کریم میں الکتاب کہا گیا ہے اور الکتاب کے شروع میں ہی ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:۳) کی آیت الکتاب کے صحیح اور پورے معنی بتا رہی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ میں جو خدائے عالم الغیب ہوں، اس کتاب کو اتارنے والا ہوں تو اس کا سورس (Source) اور منبع جو ہے وہ عالم الغیب خدا کی ذات ہے یہ وہ کتاب ہے جس نے خدا تعالیٰ کے علم سے خلعتِ وجود

پہنا۔ اس لئے یہ کتاب ہر ایک غلطی اور شک وشبہ سے پاک ہے اور اس لئے یہ کتاب کامل متقیوں کے لئے بھی ہدایت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسانی فطرت تدریجی ترقی کرتی ہے، جسمانی نشوونما میں بھی، اخلاقی نشوونما میں بھی اور روحانی نشوونما میں بھی۔ تو ایک متقی جو ہدایت کی راہوں پر چل کے خواہ کتنا ہی بلند ہو جائے، مزید بلندیوں کے دروازے اس پر اس عظیم کتاب کے ذریعہ سے کھولے جاتے ہیں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ایک فقرے میں اس سارے مفہوم کو بڑی خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

’’یہ وہ کتاب ہے جو خدا تعالیٰ کے علم سے ظہور پذیر ہوئی ہے اور چونکہ اس کا علم جہل اور نسیان سے پاک ہے اس لئے یہ کتاب ہر ایک شک وشبہ سے خالی ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ کا علم انسانوں کی تکمیل کے لئے اپنے اندر ایک کامل طاقت رکھتا ہے اس لئے یہ کتاب متقین کے لئے ایک کامل ہدایت ہے اور ان کو اس مقام تک پہنچاتی ہے جو انسانی فطرت کی ترقیات کے لئے آخری مقام ہے (جہاں تک پہلے کوئی نہیں پہنچا)‘‘ (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۳۶)

تو یہ تیسری عظیم چیز جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ الکتاب ہے جیسا کہ فرمایا وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔

اور چوتھی چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے وہ ہے حکمت۔ اور حکمت کے معنی ہیں حقیقتِ کتاب اور حقیقتِ رسالت یعنی قرآن کریم کی اصطلاح کی رو سے جو اس کتاب کی حقیقت ہے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی عظمت ہے اس کے دلائل پیش کرنا حکمت کے معنی میں شامل ہے۔ یہ قرآن کریم کی شان ہے کہ یہ انسان کو روشنی پر روشنی عطا کرتا چلا جاتا ہے، دلیلیں دیتا ہے۔ یہ نہیں کہتا کہ اندھیروں میں رہو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ کہتا ہے کہ اپنے سینوں کو اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد کے نور سے منور کر لو اور میری بات کو مانو۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ حقیقت کتاب اور حقیقت رسالت کے جو دلائل ہیں ان سے معرفت پیدا ہوتی ہے یعنی انسان یہ پہچانتا ہے کہ یہ کتاب ہے کیا چیز اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کیا ہے۔ ایک تو معرفتِ ذات وصفاتِ باری ہے وہ علیحدہ مضمون ہے۔ یہاں بات ہو رہی ہے معرفت وعرفانِ حقیقت کتاب اللہ تعالیٰ اور حقیقتِ رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا

کہ یہ معرفت موہبت ہے۔ معرفت سے پہلے کی حالت سکون کے مشابہ ہوتی ہے اور معرفت کا حصول حرکت کے مشابہ ہوتا ہے اور اس حرکت کا انحصار موہبت پر ہے۔ بچہ سکون کی حالت میں ہوتا ہے۔ بلوغت کا وہ لمحہ جوان پہلوؤں سے سکون سے حرکت میں آتا ہے وہ حرکت اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمانیت کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتی ہے یعنی بغیر عمل کے اور بغیر حق کے رحمانیت کی صفت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی حق نہیں ہے، کوئی عمل نہیں ہے، کوئی دعا نہیں ہے، کوئی اتباع نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا محض فضل اور رحمت اور موہبت ہے، اس سے یہ حرکت شروع ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہ کسی عمل سے نہ کسی دعا سے بلکہ علتِ فیضان صرف موہبت سے ہے، يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (فاطر: ۹) یہ اس آیت کے معنی ہو گئے۔ اس کی تفصیل سمجھانے کا اس وقت، وقت نہیں ہے۔ مگر پھر حرکت شروع ہو گئی نا۔

پھر معرفت میں انسان ترقی کرتا ہے۔ اعمالِ صالحہ اور حسنِ عمل یہ دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ ایک ہے عملِ صالحہ اور ایک ہے عمل صالح کا حسین طریق پر کرنا، تو یہ معرفت اعمالِ صالحہ اور حسن عمل کے شعور سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آخر الہام اور کلام الٰہی کے رنگ میں نمود پکڑ کر تمام صحن سینہ کو اس نور سے منور کر دیتی ہے جس کا نام اسلام ہے تو اسلام کے حصول کے لئے کیا چاہیئے ہمیں؟ موہبت الٰہی۔ اپنی کسی کوشش کا اس میں دخل نہیں۔ معرفت شروع ہوتی ہے موہبت سے۔ اس واسطے یاد رکھیں کہ اسلام پر کسی انسان کا نہ احسان ہوسکتا ہے نہ ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان اور شریعتِ اسلامیہ کا احسان، اسلام کا احسان ہر مومن پر، ہر انسان کے اوپر ہے۔ بڑی دلیری ہوگی کسی کا یہ سمجھنا کہ اس نے احسان کیا ہے اسلام پر۔ کوئی احسان نہیں کر سکتا اسلام پر۔ اسلام کا احسان ہے سب پر۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ (الحجرات: ۱۷) وقت زیادہ ہو گیا ہے کہ اس کا میں ترجمہ پڑھ دوں گا۔ آپ مطلب سمجھ جائیں گے میرا تو کہہ دے کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین سے واقف کرتے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو کوئی شخص جا کے یہ کہے کہ اے میرے رب! میں بڑا متقی ہوں، میں بڑا پرہیز گار ہوں۔ مینٹل ہاسپٹل (Mental Hospital) میں تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے اپنے ہوش وحواس میں نہیں کہہ سکتا خصوصاً قرآن کریم کی روشنی میں۔ تو کہہ دے کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین

سے واقف کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ تو اس کو بھی جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور پھر کہا یَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا وہ اپنے اسلام لانے کا تجھ پر احسان جتاتے ہیں۔ مومنین کی جماعت نہیں، یہ دوسری جماعت ہے یعنی اسلام تو لے آئے لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ احسان جتاتے ہیں اپنے اسلام لانے کا حالانکہ جیسا کہ ہم نے ابھی دیکھا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار بنیادی احسان ہیں انسان پر اور پھر ان کی شاخیں ہیں۔ تو احسان مجسم ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان کے اوپر کس نے احسان رکھنا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ پر جس نے ہمیں پیدا کیا اور جو کچھ ملا ہمیں وہ اسی سے ملا اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور وہ اپنے اسلام لانے کا احسان تجھ پر جتاتے ہیں۔ تو کہہ اپنے اسلام لانے کا احسان مجھ پر نہ رکھو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم کو ایمان کی طرف ہدایت دینے کا تم پر احسان ہے۔ اگر تم ایمان کے دعویٰ میں سچے ہو تو اس حقیقت کو قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ آسمانوں کا غیب بھی جانتا ہے اور زمین کا بھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے اور اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ فیصلہ اس نے کرنا ہے کہ کون مومن ہیں حقیقی جن کو اَلْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا قرآن کریم میں کہا گیا ہے اور کون وہ ہیں جو اسلام تو لائے لیکن ابھی ایمان کی روح ان کے اندر داخل نہیں ہوئی۔ قرآن کریم میں ایک جگہ آیا ہے وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:۱۵) کہ ایمان تمہارے سینوں میں، دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا وہاں یہ فرمایا کہ تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا لیکن ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ لو تو وہ شخص جس کا دل ایمان سے خالی ہے اور اس کے باوجود جسے خدا تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہے کیا وہ اسلام پر احسان جتلائے گا یا اللہ تعالیٰ پر احسان جتلائے گا کہ ہم اسلام لے آئے ہیں۔

تو دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح معنی میں اور پورے طور پر مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کے گروہ میں شامل کرے اور وہ تمام فیوض اور برکتیں اور افضال اور رحمتیں جن کی بشارتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مومنین کے گروہ کو دی ہیں اس کے آپ بھی وارث ہوں اور آپ کی نسلیں بھی وارث ہوں۔ آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۸۱ء صفحہ ۳ تا ۶)